عزالدین بن عبدالسلام کا تصورِ بدعت: ایک مطالعہ

(A Study of '*Izz al-Dīn Ibn'Abd al-Salām's* Concept of *Bid'ah*)

* Sabiha Abdul Quddus

**Dr. Kulsoom Paracha

Abstract

The induction of self-made new ideas and deeds into the religion is called "*Bid'ah*" or innovation in Islamic circles. It has been the subject of great debate among Muslim scholars. This paper studies the theory of *Bid'ah* introduced by '*Izz al-Dīn Ibn'Abd al-Salām* (1180-1262), a *Shāf'ī* theologian and Jurist. It concludes that the difference of opinion among the scholars on the division of *Bid'ah* is based on the definition of the word. The division of *Bid'ah* is based on its literal meaning. No scholar is convinced that *Shar'ī Bid'ah* is virtuous. Based on the literal meaning of the word, it is not wrong to divide the *Shar'ī Bid'ah* into five categories. Despite calling *Bid'ah Ḥasanah*, by '*Izz al-Dīn* has rejected some of the innovative creeds and deeds which seemed to be very virtuous. So it is not fair to make '*Izz al-Dīn's* mentioned view an argument for any self-made action or *Bid'ah*.

Key Words:' *Izz al-Dīn Ibn'Abd al-Salām*, *Bidi'ah*

---

* Lecturer, Department of Islamic Studies & Comparative Religions, The Women University Multan

**Assistant Professor of Islamic Studies & Comparative Religions, The Women University Multan

شرک کے بعد سب سے بڑا فساد دین میں خود ساختہ اعمال کا داخلہ ہے، جسے اصطلاح میں "بدعت" کہا جاتا ہے۔ بدعت ایک ایسا سراب ہے جسے انجام دینے والا خود کو نیکوکار سمجھتے ہوئے ثواب کی امید لگائے ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس کے تمام اعمال مذموم و مردود ہوتے ہیں، دین میں بگاڑ پیدا کرنے یا نام نہاد ثواب کی امید میں اختراعی امور کا سلسلہ ابتدائی دور سے اب تک موجود ہے۔ اہل علم ہمیشہ سے ہی ان کی تنبیہ و تحذیر کے لیے ہمہ تن کوشاں رہے ہیں اور اس موضوع پر نہایت مفصل اور دقیق بحث کی ہے، چنانچہ بدعت کی تعریف، اقسام، پہچان، اس کی قباحتوں سے آگاہی، عقلی و نقلی دلائل سے اس کے رد حتی کہ ایک ایک عمل میں سنت و بدعت میں فرق واضح کرنے کے لیے بے شمار تصانیف لکھی ہیں۔ ان شخصیات میں بدعت و منکرات کے تدارک کے لیے علامہ عزالدین عبدالسلام (م577-660ھ)[1] کی مساعی نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ اپنے دور میں موجود بدعات کے خاتمہ اور بدعت کو سنت سے ممتاز کرنے کی کاوشوں کے سبب انھیں "ناصر السنۃ" اور "قاطع البدعۃ" کے القابات سے نوازا گیا۔ بدعت کے حوالے سے ان کا نظریہ امتیازی اوصاف کا حامل ہے۔ ذیل میں ان کے اسی نکتہ نظر کا تحلیلی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بدعت کی تعریف

علامہ عزالدین نے بدعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: **البدعة فعل مالم يعهد في عصررسول اللهﷺ**[2] "بدعت سے مراد وہ فعل ہے، جو نبی ﷺ کے زمانے میں نہ کیا گیا ہو۔" یہ تعریف لفظ بدعت کے عمومی و لغوی معنی سے زیادہ قریب ہے، تاہم شرعی لحاظ سے کچھ مبہم ہے۔ اس میں ہر اس کام کو بدعت کا نام دیا گیا ہے، جو عہد نبوی میں انجام نہ پایا ہو، خواہ اس کا تعلق عبادتی امور سے ہو، معاملات سے یا روزمرہ کے معمولات سے، اس بات کی وضاحت ظاہر الفاظ سے ملتی ہے، نہ اس کے مفاہیم سے۔ اس کی وجہ غالبا یہ ہے کہ درحقیقت وہ مطلّقاً ہر اس نئے کام کو لفظی مفہوم میں بدعت کہہ رہے ہیں جو عہد رسول ﷺ میں وقوع پذیر نہیں ہوا، یہاں ان کی مراد وہ بدعت نہیں ہے، جس پر شرعی احکام نافذ

[1] اصل نام عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابی القاسم، کنیت ابو محمد، اور نسبت سُلمی، دمشقی، مصری اور شافعی ذکر کی جاتی ہے۔ عزالدین لقب ہے جو کہ مختصراً "عز" بھی پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ تفسیر علوم القرآن، فقہ واصولِ فقہ، لغت، نحو و بلاغۃ اور تصوف واحسان وغیرہ علوم کی درس وتدریس کے علاوہ بے شمار کتب بھی تصنیف کیں اور زیر بحث مسائل میں اپنے اجتہادی نظریات سے اضافہ بھی کیا۔ اہم کتب میں تفسیر قرآن، بدایۃ السول فی تفضیل الرسول، مقاصد الصلوٰۃ، الرد علی المبتدعۃ والحشویہ، کتاب الامالی اور قواعد الاحکام فی مصالح الانام شامل ہیں۔ (تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی، طبقات الشافعیہ الکبری، (قاہرہ: ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ، 1413ھ)، :209-251۔

[2] ابو محمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام، قواعد الاحکام (قاہرہ: مکتبۃ الکلیات الازہرہ، 1991م)، 2: 204۔

ہوتے ہیں اور جس کے بارے میں حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ، فَهُوَ رَدٌّ-[3] "جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے۔" اس کے مقابلے میں بدعت کی جو تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: والْبِدْعَةُ: مَا خَالَفَتْ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ أَوْ إِجْمَاعَ سَلَفِ الْأُمَّةِ مِنْ الِاعْتِقَادَاتِ وَالْعِبَادَاتِ.[4] "بدعت سے مراد ایسا کام جو اعتقادات اور عبادات میں کتاب و سنت اور سلف صالحین کے اجماع کی مخالفت کرے۔" اس لحاظ سے اس کی ہر شکل کو مذموم و مردود قرار دیا گیا ہے۔ ابو اسحاق شاطبیؒ (م790ھ) کی تعریف جس کو مابعد علما میں سب سے زیادہ پذیرائی حاصل کی، بھی اسی دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہے: الْبِدْعَةُ: طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ، تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ، يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا مَا يُقْصَدُ بِالطَّرِيقَةِ الشَّرْعِيَّةِ.[5] "بدعت سے مراد ایجاد کردہ ایسا طریقہ جو شریعت کے مشابہ ہو اور جس پر چلنے کے وہی مقاصد ہوں جو شرعی طریقے سے مقصود ہوتے ہیں۔" اس تعریف کی رو سے دنیا کے حوالے سے ایجاد کردہ طریقے شرعی طور پر بدعت سے موسوم نہیں کیے جائیں گے جیسے نئے شہروں اور جدید صنعتوں کا قیام وغیرہ اور دین میں ایجاد کردہ طریقوں سے بھی وہ کام مراد ہیں جن کی شریعت میں کوئی بنیاد موجود نہیں۔ اب جو کام شریعت سے متعلق نہیں مثلاً کھانا، پینا، سفر کے طریقے اور ذرائع رسل و رسائل جو عہد نبوی میں موجودہ صورت میں موجود نہ تھے، وہ سرے سے "بدعت" کی تعریف میں داخل نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ تعریف ابن عبدالسلام کی بیان کردہ تعریف کے مقابلے میں زیادہ متعین ہے۔

اقسام بدعت

الفاظ و معانی کا یہ فرق دراصل ان کے پورے نظریے پر حاوی ہے اور یہی ان کا سب سے بڑا نزاعی اور مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اکثر علما تو بدعت کی تقسیم کے سرے سے قائل ہی نہیں، ان کے نزدیک "کل محدثۃ بدعۃ" کے عموم کے پیش نظر ہر خلاف سنت نیا کام، بدعت، قابل مذمت اور باعث ضلالۃ ہے، لہٰذا وہ بدعت کی اقسام بیان کرنے والے علما پر شدید نقد کرتے نظر آتے ہیں۔ جب کہ کچھ دوسرے حضرات (مثلاً امام شافعی (م204ھ)، امام نووی (م676ھ) اور ابن حجر عسقلانی (م852ھ) وغیرہ) بدعت کو حسنہ و سیئہ یا مستحسنہ اور مستقبحہ وغیرہ دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں، اور اس کے لیے معیار کتاب و سنت کی مخالفت و عدم مخالفت یا استحسان و عدم استحسان شریعت کو قرار دیتے ہیں، یعنی اگر وہ ایجاد کردہ عمل کتاب و سنت اور اجماع کے مخالف ہو تو وہ شریعت میں ناپسندیدہ عمل ہے، اور اگر وہ ان چیزوں کے خلاف نہ ہو تو پسندیدہ اور بدعت حسنہ ہوگا۔ علامہ عزالدین نے بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

---

[3] محمد بن إسماعيل ابو عبدالله البخاري، الجامع الصحيح، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، (بيروت: دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ه) ،كتاب الصلح، باب إِذَا اصْطَلَحُوا عَلَى صُلْحِ جَوْرٍ فَالصُّلْحُ مَرْدُودٌ، رقم الحديث 2697۔

[4] تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی، مجموع الفتاویٰ (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: مجمع الملک فہد، 1416ھ)، 346:18۔

[5] إبراهیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی الشہیر بالشاطبیؒ، الاعتصام، (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار ابن عفان، 1992م)، 50:1۔

بدعت واجبہ: وہ نیا کام جو دین کے لیے ضروری ہو اور جس کے بغیر دین میں حرج واقع ہوتا ہو تو اس کا کرنا لازم ہے۔ مثلاً علم نحو کا حصول جس کے ذریعے کلام اللہ اور اس کے رسول کی بات کو سمجھا جاسکے، یہ اس لیے واجب ہے کہ قرآن و حدیث کی حفاظت واجب ہے، جو اس علم کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں، اور جس چیز کے بغیر واجب کا حصول ممکن نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے، اسی طرح کتاب وسنت کے غریب (اجنبی و غیر مانوس) الفاظ کی معرفت، اصول فقہ کی۔[6]

بدعت محرمہ: وہ نیا کام جو اصول دین سے متناقض ہو۔ مثلاً قدریہ[7]، جبریہ[8]، مرجئہ[9] اور مجسمہ[10] وغیرہ مذاہب باطلہ کے نظریات (ان نظریات کی تردید کرنا بدعت واجبہ شمار ہو گی)۔ اور تلاوت قرآن میں ایسا لحن اختیار کرنا کہ الفاظ کی ہیئت بدل جائے بدعت محرمہ میں شامل ہے۔[11] علامہ قرافی (م684ھ) نے علما پر جہلا کی فضیلت اور شرعی عہدوں اور مناصب پر غیر اہل لوگوں کی بذریعہ توراث تعیناتی کہ یہ فلاں کے والد کا عہدہ تھا، جب کہ وہ خود نااہل ہو، کو بھی بدعت محرمہ قرار دیا ہے۔[12]

---

[6] عزابن عبدالسلام، قواعد الاحکام، 2:204۔

[7] یہ لوگ تقدیر کے منکر ہیں، انسان دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے خود ان پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے کو ان میں کوئی دخل نہیں۔ اگر تقدیر میں انسان کا نیک و بد ہونا مقرر ہو چکا تو اللہ تعالیٰ بندوں سے حساب کیونکر لے گا؟ مزید برآں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی اور رویت باری تعالیٰ کے بھی منکر ہیں اور قرآن کو حادث مانتے ہیں۔ (عبد القاہر بغدادی، ابو منصور، الفَرق بین الفِرق، مترجم: پروفیسر علی محسن صدیقی (کراچی: قرطاس،)، 164-165۔

[8] یہ فرقہ انسان کو مثل جمادات مجبور محض مانتا ہے، یعنی انسان سے جو بھی فعل سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، انسان خود اس میں بے اختیار ہے (ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی، الملل والنحل، مترجم: پروفیسر علی محسن صدیقی (کراچی: قرطاس،)، 133)۔

[9] ارجہ (مہلت دینا)، یا رجاء (امید دلانا) سے مشتق ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح کافر کو کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچاتی اسی طرح صاحب ایمان کو معصیت اور گناہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلب اور قول کا نام ہے، عمل اس سے خارج ہے، اس لئے ایمان میں کمی زیادتی ممکن نہیں۔ (الشہرستانی، الملل والنحل، 207)۔

[10] ذات باری تعالیٰ کی تجسیم کے قائل ہیں۔ قرآن و حدیث میں وارد الفاظ؛ استواء، ید اور وجہ وغیرہ کو حقیقی معنی میں مراد لیتے ہیں جب کہ جمہور کا عقیدہ ہے کہ ان الفاظ کے اللہ تعالیٰ پر حقیقی معنوں میں اطلاق سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے ذات الٰہی کی تمثیل لازم آتی ہے۔ (، موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للإسلام، 1:157)۔

[11] عزابن عبدالسلام، قواعد الاحکام، 2:204۔

[12] ابو العباس شہاب الدین احمد بن إدریس بن عبد الرحمٰن المالکی الشہیر بالقرافی، انوار البروق فی انواء الفروق (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 2003م) 4 :305۔

بدعت مندوبہ: جو کام اپنی ہیئت کے اعتبار سے نیا ہو، لیکن شریعت نے اسے نہ واجب قرار دیا ہو اور نہ ممنوع اور ان سے کسی شرعی کام کو تقویت اور تائید ملتی ہو، او ان کے نہ کرنے پر کسی قسم کا ناگوار رد عمل ظاہر نہیں کیا جاتا۔ کوئی مسلمان اسے اس کے مفید نتائج کی وجہ سے ثواب سمجھ کر انجام دے تو مستحسن ہوگا، بصورتِ دیگر وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ سرائے اور مدارس کا قیام، محراب کی تعمیر، صلوٰۃ التراویح کی ادائیگی، تصوف کے پیچیدہ نکات اور مسائل میں استدلال کے لیے مناظرہ کرنا جب کہ وہ خالص رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہو[13]، آئمہ اور زعما کی تصاویر لٹکانا جب کہ یہ تعامل صحابہ کرام کے خلاف ہے، لیکن موجودہ زمانے کی مصلحت ہے کہ لوگ اپنے پرکھوں کی تصاویر کی تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا ان کو سامنے رکھنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔[14]

بدعت مکروہہ: مصاحف اور مساجد کی بے جا آرائش و زیبائش اور اہم دنوں کو کسی مخصوص عبادت کے ساتھ خاص کر لینا (ماسوا جن کا ذکر خود قرآن و حدیث میں ہے)[15]،اور محدد اعمال میں زیادہ ثواب کی نیت سے اضافہ کرنا مثلاً نماز کے بعد (سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر) تسبیحات کی ۹۹ کی تعداد کو پورا ۱۰۰ کی تعداد میں پڑھنا وغیرہ۔[16]

بدعت مباحہ: وہ نیا کام جس کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اور مسلمان اسے صرف جائز سمجھ کر بلا نیت ثواب انجام دیں۔ مثلا لذیذ کھانوں ،مشروبات اور عمدہ لباس کا استعمال اور آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا استعمال کہ زندگی میں عیش و سہولت اختیار کرنا مباح ہے، اور اس کے لیے وسائل اختیار کرنا بھی مباح ہے[17]، صبح و عصر کے بعد مصافحہ کرنا، طیالسہ (سبز رنگ کی چادر، جس کو کچھ لوگ اپنے کندھوں پر رکھتے ہیں) استعمال کرنا، اور کچھ ایسے امور جن میں بحث ہے، کچھ حضرات ان کو بدعت مکرہہ خیال کرتے ہیں اور کچھ ان کو عہد نبوی کی سنت خیال کرتے ہیں جیسے نماز میں تعوذ و تسمیہ پڑھنا اور سجدہ شکر وغیرہ۔[18]

کسی بھی عمل کے بدعت محرمہ ،واجبہ، مندوبہ یا مکروہہ ہونے کی پہچان کا طریقہ بتاتے ہیں کہ اس عمل کو قواعد شریعت کے موافق جانچا جائے۔ پھر اگر وہ واجب کے قواعد کے تحت آتا ہو تو واجب، حرام کے قواعد پر پورا اترتا ہو تو حرام،اور

---

[13] عزالدین بن عبد السلام، قواعد الاحکام، 2:204۔

[14] القرافی، اِنوار البروق فی اِنواء الفروق، 306۔

[15] عزالدین بن عبد السلام، ، قواعد الاحکام، 2:205۔

[16] القرافی، اِنوار البروق فی اِنواء الفروق، 306۔

[17] القرافی، اِنوار البروق فی اِنواء الفروق، 308۔

[18] عزالدین بن عبد السلام، قواعد الاحکام، 2:205۔

مندوب یا مکروہ کے قواعد کے موافق ہو تو مندوب یا مکروہ قرار دیا جائے گا۔ صلوۃ الرغائب[19] کے رد میں لکھے گئے ایک مختصر رسالے میں انھوں نے بدعت کی تین اقسام بتائی ہیں : مباح ہے، حسنہ ہے، شریعت کے مخالف ہو یا جس سے شریعت کی مخالفت لازم آتی ہو۔[20] اس تقسیم میں انھوں نے واجب اور مباح کو حسنہ جب کہ حرام اور مکروہ کو خلاف شرع امور کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ بدعت کی اس تقسیم میں علامہ عزابن عبدالسلام کے موافقین میں ابو شامہ مقدسی(م665ھ)، یحییٰ بن شرف النووی(م676ھ)، امام شہاب الدین قرافی(م684ھ)، ابن حجر عسقلانی(م852ھ)، جلال الدین السیوطی(م911ھ)، شیخ عثمان بن محمد فودیون(م1232ھ) وغیرہ شامل ہیں۔[21] درحقیقت یہ تمام حضرات لفظ بدعت کو اس کے وسیع مفہوم میں لیتے ہیں اور ہر نئے کام کو اس کی جدت کی وجہ سے لغوی اعتبار سے بدعت قرار دیتے ہیں، اسی لیے یہ بدعت کو حسنہ اور سیئہ بھی سمجھتے ہیں، اور اس کو تین یا پانچ ذیلی اقسام میں بھی تقسیم کرتے ہیں، اس سلسلے میں ان کا استدلال دو طرح کی روایات سے ہے: 1۔ جن میں سنت کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ 2۔ جن میں بدعت کو خود حسنہ کہا گیا ہے۔

پہلی قسم :مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔ [22]"جو شخص اسلام میں اچھی بات نکالے (یعنی عمدہ بات کو جاری کرے) پھر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو اس کو اتنا ثواب ہو گا جتنا سب عمل کرنے والوں کو ہو گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی اور جو اسلام میں بری بات کو جاری کرے اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ اس پر لکھا

---

[19] رجب کے پہلے جمعہ کے روز مغرب اور عشا کے درمیان 12 رکعت ادا کی جاتی ہے۔ جس میں ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ، 3 دفعہ سورہ قدر اور 12 مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر 70 مرتبہ درود شریف پڑھیں اور پھر سجدہ میں گر کر 70 مرتبہ (سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ)، پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر 70 مرتبہ (رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ) پھر دوسرے سجدہ میں بھی پہلے کی طرح ہی کریں۔

[20] سبکی، الطبقات الشافعیہ ،8:252، ، عزابن عبدالسلام و ابن الصلاح ، مساجلہ علمیہ حول صلاۃ الرغائب (بیروت :المکتب الاسلامی، الطبعۃ الثانیہ، 1405ھ)، 8۔

[21] ملاحظہ ہو: الباعث علی انکار البدع والحوادث لابی شامہ مقدسی، 21، انوار البروق للقرافی، 4: 205-203، المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی، 6:154 ، إحیاء السنۃ و إخماد البدعۃ لعثمان فودیون، 24-25، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر عسقلانی، 4:253؛ حقیقۃ السنۃ والبدعۃ للسیوطی، 91-92۔

[22] مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری، صحیح مسلم، محقق: محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، س ن)، کتاب العلم، باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ، رقم الحدیث :6800۔

جائے گا اور عمل کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہو گا۔"اسی معنی کی حدیث الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ امام ترمذی (م279ھ) نے اپنی جامع میں روایت کی ہے [23] اور اسے حسن اور صحیح کہا ہے اور طبرانی (م360ھ) نے معجم الکبیر [24] میں روایت کی اور البانی (م1420ھ) نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[25]

سنت کا لفظ معروف اعتبار سے نبی ﷺ کے قول، بالخصوص عمل اور طریقے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو کہ یقیناً حسنہ اور پسندیدہ ہے، لیکن مذکورہ احادیث میں سنۃ سیئۃ کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ سنت یہاں اپنے لغوی معنی (طریقہ اور راستہ) میں استعمال ہوا ہے۔اسی طرح بدعت کو اپنے لغوی معنٰی کے اعتبار سے حسنہ اور سیئہ قرار دیا جانا بھی غلط نہیں ہے۔

دوسری قسم:**قَالَ عُمَرُ: «نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ» يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ۔**[26] "عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور) رات کا (وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ (آپ کی مراد رات کے آخری حصہ کی فضیلت سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔"؛ **عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ صَلَاةِ الضُّحَى وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «بِدْعَةٌ وَنِعْمَتِ الْبِدْعَةُ۔**[27] "حکم بن اِعرج سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز کے متعلق دریافت کیا اور وہ رضی اللہ حجرہ نبی ﷺ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے توانہوں نے فرمایا کہ بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے۔"؛**عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: «لَقَدْ قُتِلَ عُثْمَانُ وَمَا أَحَدٌ يُسَبِّحُهَا وَمَا**

---

[23] محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک، الترمذی، سنن الترمذی، (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، الطبعۃ الثانیہ ،1975م)، کتاب العلم، باب مَا جَاءَ فِيمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى فَاتُّبِعَ أَوْ إِلَى ضَلاَلَةٍ، من سن سنۃ خیر فاتبع علیہا فلہ اجرہ ومثل اجور من اتبعہ غیر منقوص من اجورہم شیئا، ومن سن سنۃ شر فاتبع علیہا کان علیہ وزرہ ومثل اوزار من اتبعہ، غیر منقوص من اوزارہم شیئا، رقم الحدیث: 2675۔

[24] سلیمان بن اِحمد بن اِیوب بن مطیر اللخمی الشامی، اِبو القاسم الطبرانی، المعجم الکبیر، المحقق: حمدی بن عبد المجید السّلفی (القاہرۃ: مکتبۃ ابن تیمیۃ، طبعۃ ثانیۃ)، 2: 315 «مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهَا وَأَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ» بروایت ابو وائل عن جریر۔

[25] ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، احکام الجنائز (دمشق: المکتب الاِسلامی، الطبعۃ الرابعۃ، 1986م)، 177۔

[26] بخاری، الجامع الصحیح، کِتَابُ صَلاَةِ التَّرَاوِيحِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ، رقم الحدیث: 2010۔

[27] ابو بکر ابن شیبہ، عبد اللہ بن محمد، المصنف فی الاَحادیث والآثار (ریاض: مکتبۃ الرشد، 1409)، 2: 172، رقم الحدیث: 7775۔

أَحْدَثَ النَّاسُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهَا۔ [28] "ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا حالانکہ کسی نے اس بات کو پسند نہیں کیا، میرے نزدیک لوگوں کا کسی نئے کام کا جاری کرنا اس واقعے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

دوسری طرف اس تقسیم پر زبر دست تنقید بھی کی گئی ہے،اس نقد کرنے والے علما میں ابن تیمیہ (م728ھ)، ابو اسحاق شاطبی (م790ھ)، بدرالدین الزرکشی (م794ھ)،ابن رجب (م795ھ)، شوکانی (م1250ھ)،اور ناصرالدین البانی (م1420ھ) کے نام سرفہرست ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت بدعت کو محدود معنی میں ہی مراد لیتے ہیں اور صرف خلاف سنت اعمال و افعال کو بدعت قرار دیتے ہیں اور یہ کہ لسان نبی ﷺ سے یہ لفظ بر سبیل مذمت ہی وارد ہوا ہے لہٰذا ان کے ہاں حسنہ اور سیئہ کی تقسیم ممکن نہیں،ان کے اس مؤقف کے دلائل درج ذیل ہیں:

(1)عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ: «صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ»، وَيَقُولُ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ»، وَيَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ، وَالْوُسْطَى، وَيَقُولُ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [29] "سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ زیادہ ہو جاتا گویا وہ ایک ایسے لشکر سے ڈرانے والے تھے کہ صبح شام آیا اور فرماتے تھے: میں اور قیامت یوں بھیجا گیا ہوں۔ اور اپنے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ملاتے اور کہتے: اللہ کی حمد کے بعد، جان لو کہ ہر بات سے بہتر اللہ کی کتاب ہے اور راستوں میں سے سب سے بہتر محمد ﷺ کا راستہ (سنت) ہے، اور سب سے بری چیز دین میں نئی چیزیں (بدعات) ہیں، اور ہر بدعت (نئی چیز) گمراہی ہے۔"

(کل بدعۃ) قوی ترین ادوات عموم و شمول "کل" کی تاکید پر مشتمل ایک جامع اور عام کلیہ ہے، جس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوا ہے اور وہ اس کلمہ کے مدلول سے اچھی طرح واقف تھے، کیونکہ وہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور کسی کلمہ کو اس کے مقصودی معنی کے اطلاع کے بغیر استعمال نہ کرتے تھے۔

(2)عن العرباض بن سارية، قال: وعظنا رسول الله ﷺ يوما بعد صلاة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع، فماذا تعهد إلينا يا رسول الله؟ قال: " اوصيكم بتقوى الله، والسمع، والطاعة، وإن عبد حبشي فإنه من يعش منكم يرى اختلافا كثيرا، وإياكم

---

[28] ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی، المصنف، (الھند: المجلس العلمی، 1403ھ)، 3:78، رقم الحدیث: 4868۔

[29] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الْجُمُعَةِ، بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ، رقم الحدیث: 2005؛ ابن ماجۃ ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، محقق: محمد فؤاد عبدالباقی (بیروت: دار إحیاء الکتب العربیۃ، س ن)، کتاب السنۃ، بَابُ اجْتِنَابِ الْبِدَعِ وَالْجَدَلِ، رقم الحدیث: 45۔

ومحدثات الامور فإنها ضلالة۔ [30] "عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز فجر کے بعد ایک موثر نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور دل لرز گئے، ایک شخص نے کہا: یہ نصیحت ایسی ہے جیسی نصیحت دنیا سے (آخری بار) رخصت ہو کر جانے والے کیا کرتے ہیں، تو اللہ کے رسول! آپ ہمیں کس بات کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے، امیر کی بات سننے اور اسے ماننے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ تمہارا حاکم اور امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے آئندہ جو زندہ رہے گا وہ (امت کے اندر) بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو تم (باقی رہنے والوں) کو میری وصیت ہے کہ نئے نئے فتنوں اور نئی نئی بدعتوں میں نہ پڑنا، کیونکہ یہ سب گمراہی ہیں۔"

اس حدیث میں 'محدثات الامور' سے مراد بدعت ہی ہے جس کی وضاحت ایک دوسری حدیث إیاکم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ[31] سے ہوتی ہے۔مذکورہ بالا احادیث میں بدعت کے تذکرہ کے وقت حضور ﷺ کی کیفیت اور اس کے متعلق وعیدوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس چیز سے کتنی نفرت تھی۔

عبداللہ بن عمر کا قول ہے: کل بدعۃ ضلالۃ وان رآھا حسنۃ۔[32] "ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے خواہ وہ اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو۔" اور حافظ ابن رجب حنبلی مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کے ضمن میں فرماتے ہیں: **وَهَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ عَظِيمٌ مِنْ أُصُولِ الْإِسْلَامِ، وَهُوَ كَالْمِيزَانِ لِلْأَعْمَالِ فِي ظَاهِرِهَا كَمَا أَنَّ حَدِيثَ: «الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» مِيزَانٌ لِلْأَعْمَالِ فِي بَاطِنِهَا، فَكَمَا أَنَّ كُلَّ عَمَلٍ لَا يُرَادُ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ تَعَالَى فَلَيْسَ لِعَامِلِهِ فِيهِ ثَوَابٌ، فَكَذَلِكَ كُلُّ عَمَلٍ لَا يَكُونُ عَلَيْهِ أَمْرُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلَى عَامِلِهِ۔**[33] "یہ حدیث اسلام کے اصولوں میں سے ہے اور اعمال کے ظاہر کے لیے میزان کا درجہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ اعمال کے باطن کے لیے میزان ہے۔لہٰذا جیسے ہر وہ عمل جس کے انجام دینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو وہ اپنے کرنے والے کے لیے باعث ثواب نہیں ہوگا اسی طرح جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ واس کے رسول کا حکم نہیں ہوگا وہ مردود ٹھہرے گا۔

بدعت کی مذکورہ تقسیم پر تنقید کرتے ہوئے، علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقسیم ایک خود ساختہ چیز ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں، بلکہ یہ تو بذات خود اپنی نفی کر رہی ہے،اس لیے کہ بدعت کا معنی ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہ

---

[30] ترمذی، سنن الترمذی، کتاب العلم، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب ما جاءَ فی الاَخذِ بالسُّنَّۃِ وَاجتِنَابِ البِدَعِ، حدیث نمبر 2676 ۔ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّۃِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ المَہدِیِّینَ حدیث نمبر 42، (ترمذی نے اسے حسن اور صحیح کہا)۔

[31] إبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن إبي داود، محقق: محمد محیی الدین عبد الحمید (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س ن)، کِتَاب السُّنَّۃِ، بَابٌ فِی لُزُومِ السُّنَّۃِ، رقم الحدیث: 4607۔

[32] بحوالہ: حسام الدین عفانہ، قواعد اسس البدعۃ، (طبع بالقدس، 2001)، 18۔

[33] زین الدین عبد الرحمٰن بن إحمد بن رجب بن الحسن، السَلامی، جامع العلوم والحکم، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001م)، 81۔

ہو اور نہ وہ نصوص اور قواعد شرعیہ سے ثابت ہو، چنانچہ اگر کسی عمل کے واجب، حرام، مندوب، مکروہ یا مباح ہونے پر کوئی شرعی دلیل مل جائے تو وہ بدعت کے دائرے سے خارج ہو جائے گا، لہٰذا کسی عمل کو بدعت کہنا اور پھر اس پر قواعد شرعیہ کا اطلاق بھی کرنا درحقیقت جمع بین متناقضین ہے۔[34] ان کے الفاظ ہیں: **فَإِنَّ كَلَامَ ابْنِ عَبْدِ السَّلَامِ ظَاهِرٌ مِنْهُ أَنَّهُ سَمَّى الْمَصَالِحَ الْمُرْسَلَةَ بِدَعًا; بِنَاءً وَاللَّهُ أَعْلَمُ عَلَى أَنَّهَا لَمْتَدْخُلْ أَعْيَانُهَا تَحْتَ النُّصُوصِ الْمُعَيَّنَةِ... وَسَمَّاهَا بِدَعًا فِي اللَّفْظِ; كَمَا سَمَّى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْجَمْعَ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ فِي الْمَسْجِدِ بِدْعَةً۔**[35] "علامہ ابن عبد السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ انھوں نے مصالح مرسلہ کو اس بناپر بدعت قرار دیا کہ وہ بذات خود متعین نصوص کے تحت داخل نہیں...اور انھیں لفظی اعتبار سے بدعت کا نام دیا ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ نے مسجد میں رمضان کے قیام اللیل کے لیے جمع ہونے کو لغوی اعتبار سے بدعت کہا۔"

علامہ عزالدین اور دیگر آئمہ کی بیان کردہ اصطلاح "بدعت حسنہ" سے کچھ لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ شریعت میں کسی نیک کام کا آغاز یا شریعت سے ثابت احکام سے متشابہ کسی نئے کام کی ابتدا بدعت حسنہ ہے اور جائز و مباح ہے لہٰذا وہ اپنے بہت سارے بدعی اعمال میں یہ دلیل اور بدعت کی مذکورہ تقسیم بطور حجت لاتے ہیں جس میں صحابہ کرام کے بعض اوّلین اقدامات کو بھی بدعت کا نام دے دیا گیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ تقسیم اور "بدعت حسنہ" کی اصطلاح ویسے ہی مختلف فیہ معاملہ ہے جس پر کچھ اختلافی آرا کا تذکرہ بھی کیا جا چکا ہے،ثانیاً وہ لوگ علامہ صاحب اور ان کے موافقین کا حقیقی منشا سمجھنے سے قاصر ہیں،علامہ عزالدین کی بدعت کی اقسام کے تحت بیان کردہ مثالوں کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے کسی خودساختہ عمل کو مباح، مستحب یا جائز قرار نہیں دیا جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو،ان کا مطمحِ نظر جاننے کے لیے ان کا تعامل اور دیگر تحریریں بھی شاہد ہیں کہ وہ بدعات کے کتنے خلاف تھے، باوجود یہ کہ اس بدعت کا تعلق نیکی سے ہی کیوں نہ ہو،اپنی زندگی میں انھوں نے جن معاصر بدعات کا رد کیا ان میں صلاۃ الرّغائب،نصف شعبان کی عبادت، خطباء کا مسجد میں سیاہ لباس پہننا اور منبر پر تلوار گاڑنا، خطبہ میں سجع (نثری فقروں کے آخری الفاظ کا ہم قافیہ ہونا) اختیار کرنا اور بادشاہ وحکام کی ثناخوانی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔چنانچہ سبکی لکھتے ہیں **وأزال كثيرا من الْبدع الَّتِي كَانَ الخطباء يفعلونها من دق السَّيْف على لمنبر وَغير ذَلِك وأبطل صَلَاتي الرغائب وَنصف شعْبَان وَمنع مِنْهُمَا۔**[36] "ان میں سے کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو بذات خود برا ہو بلکہ نماز اور عبادت تو سراسر نیکی کے کاموں میں سے ہیں۔ لیکن چونکہ (صلوٰۃ الرغائب اور نصف شعبان کی عبادت) وقت، کیفیت اور نوعیت کے لحاظ سے شریعت سے ثابت نہیں لہٰذا ان کو بدعت قرار دیتے ہوئے ازالہ کیا۔" ان کا یہ طرزِ عمل اپنے خودساختہ افعال کے رد کے

---

[34] شاطبیؔ، الاعتصام، 1: 321۔

[35] شاطبیؔ، الاعتصام، 1: 322-323۔

[36] سبکی، الطبقات الشافعیہ، 8: 210۔ الدوادی، طبقات المفسرین، 1 : 310 ۔ابن العماد، شذرات الذہب، 7: 523۔

لیے کافی ہے جن کو وہ اپنے تئیں عبادت، نیکی یا باعث ثواب گردانتے ہیں اور جواز کے طور پر ان کی بیان کردہ بدعت حسنہ کی اصطلاح بطور حجت استعمال کرتے ہیں۔ صلوٰۃ الرّغائب کے رد میں اس کے بدعت ہونے کا سبب بیان کرتے ہیں کہ "فَإِن الشَّرِيعَة لم ترد بالتقرب إِلَى الله سُبْحَانَهُ بِسَجْدَة مُنْفَرِدَة لَا سَبَب لَهَا فَإِن الْقرب لَهَا أَسبَاب وشرائط وأوقات وأركان لَا تصح بِدُونِهَا فَكَمَا لَا يتَقرَّب إِلَى الله بِالْوُقُوفِ بِعَرَفَة ومزدلفة وَرمي الْجمار وَالسَّعْي بَين الصَّفَا والمروة من غير نسك وَاقع فِي وقته بأسبابه وشرائطه فَكَذَلِك لَا يتَقرَّب إِلَى الله عز وَجل بِسَجْدَة مُنْفَرِدَة وَإِن كَانَت قربَة إِلَّا إِذا كَانَ لَهَا سَبَب صَحِيح وَكَذَلِكَ لَا يتقرَّب إِلَى الله عز وَجل بِالصَّلَاةِ وَالصِّيَام فِي كل وَقت وَأَوَان وَرُبمَا تقرب الجاهلون إِلَى الله بِمَا هُوَ مبعد عَنهُ من حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ۔[37] "شریعت تقرب الٰہی کے حصول کے لئے بلاسبب محض سجدہ کرنے کے لیے نہیں وارد ہوئی، بلکہ قربِ الٰہی کے حصول کے کچھ اسباب، شرائط، اوقات اور ارکان ہیں جن کے بغیر وہ درست نہیں، جیسا کہ وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، رمی جمرات اور صفا مروہ کے درمیان سعی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب ان کے بیان کردہ طریقوں، اسباب اور شرائط کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح محض ایک سجدہ کرلینا بھی قرب کا ذریعہ نہیں جب تک کہ اس کا سبب درست نہ ہو، اسی طرح ہر وقت اور ہر موقع پر نماز روزے کے ذریعے اللہ عزوجل کا قرب حاصل نہیں کیا جاتا بسا اوقات جاہل ایسے عمل کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں جو (درحقیقت) اس سے دور کردیتا ہے اور انھیں اس کا شعور ہی نہیں ہوتا۔" اور ابن الصلاح (م 643ھ)[38] کی رائے: **ولو قال قائل انها بدعة لقال مع ذلک بدعة حسنة لکونها راجعة الی اصل من الکتاب او السنة۔** "اگر کوئی اِس (نماز) کو یہ بدعت کہتا ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ اس کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے۔"[39] کے جواب میں علامہ عزالدین فرماتے ہیں: "پھر جب انھوں نے اس کے بدعت ہونے کا اعتراف کرلیا ہے، تو ہماری یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے قول مبارک، "**شرالامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة**" سے بدعات حسنہ کا استثناء کیا گیا ہے وہ ایسے اعمال ہیں جو سنت کے مخالف نہ ہوں بلکہ اس سے موافقت رکھتے ہوں، تمام اس حدیث کے عموم میں داخل ہیں اور یہ صلوٰۃ الرغائب (سنت مخالف ہونے کی وجہ سے) اس استثنا میں داخل نہیں۔"[40] یہاں وہ نماز جیسی عظیم عبادت کو طریقہ اور وقت کے لحاظ سے سنت سے مخالف ہونے کی بنا پر رد کررہے ہیں اور بدعت ضلالہ قرار دے رہے ہیں تو پھر موجودہ دور میں بدعت کے نام پر اختراعی امور کے ثبوت میں بدعت حسنہ کی اصطلاح استعمال کرنے والوں کے لئے کیا دلیل رہ جاتی ہے؟

---

[37] مساجلہ علمیہ حول صلاۃ الرغائب، 8۔

[38] اصل نام عثمان بن عبدالرحمٰن اور لقب تقی الدین تھا، ابن الصلاح کے نام سے معروف ہوئے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور اسماء الرجال میں یکتا تھے۔ مقدمہ ابن الصلاح' کے نام سے اصول حدیث میں ان کی ایک کتاب بہت معروف ہے۔ (الزرکلی، الأعلام، 4: 205-204)۔

[39] مساجلہ علمیہ حول صلاۃ الرغائب، 18۔

[40] مساجلہ علمیہ حول صلاۃ الرغائب، 31۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ علامہ عزالدین کی بدعت کی پانچ اصناف یا حسنہ اور قبیحہ کی تقسیم اس لفظ کے عمومی معنی مراد لینے کی وجہ سے ہے، جس کو باقی علمانے بدعت لغوی اور شرعی کا نام دیا ہے۔اور جن مثالوں کا ذکر انہوں نے بدعت واجبہ، مباحہ یا مستحسنہ کے ضمن میں کیا ہے ان کا تعلق دراصل مصالح سے ہے اور ان تمام کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے۔ان کے لیے فقہ میں مصالح مرسلہ [41]، استحسان [42]، مالا یتم الواجب إلا بہ فھو واجب [43]، اور مقدمۃ الواجب [44] جیسی خصوصی اصطلاحات اور اصول موجود ہیں۔بدعت حسنہ کے قائل ہونے کے باوجود وہ کسی بھی ایسے عمل کو بدعت کہہ کر اس کا رد کرنے سے گریز نہیں کرتے جو سنت کے مخالف ہو۔خواہ وہ عمل کتنا ہی نیکی پر مبنی کیوں نہ ہو اور اس کی ایجاد میں کتنی ہی نیک نیتی اور ثواب کی امید کیوں نہ شامل ہو۔لہٰذا عصر حاضر میں اپنے خود ساختہ اعمال کے جواز میں ان کے قول یا بدعت حسنہ کے جواز کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں۔

خلاصۂ بحث

علما میں بدعت کی تقسیم پر اختلاف اس لفظ کے معنی میں تحدید کی بنا پر ہے۔بدعت کی تقسیم اس کے لغوی معنی کے لحاظ سے ہے، بدعت شرعی کو کوئی عالم بھی حسنہ کہنے کا قائل نہیں ہے۔علامہ عزالدین کا بدعت کو اس لفظ کا لغوی معنی مراد لیتے ہوئے پانچ اقسام میں تقسیم کرنا غلط نہیں۔بدعت کو حسنہ کہنے کے باوجود انھوں نے کچھ ایسے محدث اعمال کا رد کیا ہے جو بظاہر بہت عمدہ معلوم ہوتے تھے۔بدعت حسنہ کی بنیاد پر کسی ایسے عمل کو شریعت کا حصہ بنانا درست نہیں، جس کی اصل موجود نہ ہو۔اپنے کسی خود ساختہ عمل کے لیے علامہ عزالدین کے مذکورہ نقطۂ نظر کو دلیل بنانا درست نہیں۔عوام الناس کی سطح پر بدعت کا واضح تصور اس کے رد کے حوالے سے ہی مناسب ہے، کیونکہ ان کے ہاں فرق مراتب کو ملحوظ رکھنے کا تصور بہت سطحی ہوتا ہے۔

---

[41] ایسی مصلحت جس کے معتبر یا کالعدم ہونے پر شریعت خاموش ہو اور اس کی وجہ سے نفع کا حصول اس کے نقصان سے زیادہ ہو۔یہ فقہ مالکی کی اصطلاح ہے۔(عبدالکریم زیدان، الوجیز فی اصول فقہ، مترجم: حافظ محمد شعیب (لاہور :مکتبہ محمدیہ ،الطبعۃ الاولی،2014م)،302)۔

[42] لغوی طور پر کسی چیز کو اچھا سمجھنے کو کہتے ہیں۔فقہی اصلاح میں قیاس جلی سے قیاس خفی کی طرف منتقل ہونا یا کسی کلی مسئلہ سے جزئی مسئلہ کو علیحدہ کرنا، کیونکہ مجتہد کے سامنے کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو اس مسئلہ کو کلی مسئلہ کے حکم سے علیحدہ کرنے کی متقاضی ہوتی ہے۔امام شافعی استحسان کو نہیں مانتے۔(عبدالکریم زیدان،الوجیز فی اصول فقہ، 294)۔

[43] مشہور فقہی اصول ہے جس کا مطلب ہے جو شے کسی واجب کے حصول کے لیے ضروری ہو وہ بھی واجب قرار پاتی ہے۔مثلاً نماز باجماعت ایک فریضہ ہے جس کے لیے مسجد تک چل کے جانا ضروری ہوتا ہے لہٰذا وہ چلنا بھی واجب ہے۔

[44] ایسی چیز جس پر کس عمل کا وجوب منحصر ہو لیکن وہ اس کے واجب ہونے کے لیے شرط نہ ہو۔جیسے حج کے لیے سفر کرنا، کہ یہ حج کے شرائط وارکان میں سے نہیں ہے۔(وھبہ زحیلی، ،الفقہ الاسلامی وادلتہ (دمشق: دارالفکر، طبعہ اولیٰ 1986م)، 2:875۔